

امام مہدی کا عقیدہ

اور

مودودی صاحب

طلوع اسلام میں ایک عرصہ سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ ظہور مہدی کا عقیدہ غیر قرآنی ہے۔ اس ضمن میں ان روایات کی حقیقت بھی واضح کی گئی ہے جن پر اس عقیدہ کی بنیاد ہے۔ اور واضح دلائل سے بتایا گیا ہے کہ خود نفاذ حدیث کے اعتبار سے بھی یہ روایات بڑی کمزور ہیں۔ طلوع اسلام کی اس تنقید پر روایات پرست طبقہ کے چاروں اطراف سے سبوشتم کی بوجھار شروع ہو گئی اور اسے منکر حدیث اور کافر کہا گیا۔ لیکن اس طوفان کے چھٹ جانے کے بعد جو قبیحہ نکلا وہ یہ کہ اور تو اور خود مودودی صاحب بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ روایات کمزور ہیں لہذا یہ عقیدہ صحیح نہیں۔ چنانچہ انھوں نے تحقیقاتی عدالت کے دس نکات کا جواب حال ہی میں دیا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ مہدی کے ظہور کی نوعیت مسیح کے مسئلہ سے بہت مختلف ہے۔ اس مسئلہ میں دو قسم کی احادیث پائی جاتی تھیں۔ ایک وہ جن میں لفظ مہدی کی تصریح ہے۔ دوسری وہ جن میں صرف ایک ایسے خلیفہ کی خبر دی گئی ہے جو آخری زمانہ میں پیدا ہوگا اور اسلام کو غالب کر دے گا۔ ان دونوں قسم کی روایات میں سے کسی ایک کا بھی یہ لحاظ سند یہ پایہ نہیں ہے کہ امام بخاری کے معیار تنقید پر پورا اترے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے مجموعہ حدیث میں کسی کو بھی درج نہیں کیا۔ منہج نے صرف ایک روایت لی ہے جو لفظ مہدی سے خالی ہے۔ دوسری کتابوں میں مہدی کے روایات موجود ہیں ان روایات میں سند سے قطع نظر کرتے ہوئے کمزور کے متعدد پہلو ہیں۔ (نوائے وقت ۵ مئی ۱۹۵۴ء)

شکر ہے کہ طلوع اسلام کی تنقیدات کا اتنا اثر تو ہوا۔ حالانکہ اس سے پہلے خود مودودی صاحب امام مہدی کی آمد کے قائل تھے اور ان روایات کو صحیح سمجھتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے مقالہ تجدید و احیائے دین میں لکھا تھا کہ

مبددہ من کا مقام ابھی تک خالی ہے مگر عقل چاہتی ہے، فطرت مطالبہ کرتی ہے اور دنیا کے حالات کی رفتار متقاضی ہے کہ ایسا مبددہ پیدا ہو۔ خواہ اس دور میں پیدا ہو یا نہ کی ہزار گز دشمن کے بعد پیدا ہو۔ اسی لیڈر کا نام الامام المہدی ہے جس کے بارے میں صاف پیشین گوئیاں بنی مسلم کے کلام میں موجود ہیں۔ (ترجمان القرآن بابۃ دسمبر سنہ ۱۳۷۴ھ و جنوری سنہ ۱۳۷۵ھ)

غور فرمایا آپ نے اس وقت ارشاد تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں امام مہدی کے متعلق صاف پیشین گوئیاں موجود ہیں اور اس لئے مودودی صاحب کا عقیدہ تھا کہ عقل چاہتی ہے، فطرت مطالبہ کرتی ہے اور دنیا کے حالات کی رفتار متقاضی ہے کہ امام مہدی پیدا ہوں اور اب یہ ارشاد ہے کہ ان پیشین گوئیوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ مندرجہ صدر اقتباس کے حاشیہ میں مودودی صاحب

نے لکھا تھا کہ

اگرچہ یہ پیشین گوئیاں مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک وغیرہ کتابوں میں کثرت کے ساتھ موجود ہیں مگر یہاں اس روایت کا نقل کرنا فائدہ مند نہیں ہے۔ (ایضاً)

اس کے بعد مودودی صاحب اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

میں نہیں کہہ سکتا کہ اس روایت کا کیا مرتبہ ہے مگر نمایاں تمام روایات سے مطابقت رکھتی ہے جو اس معنی میں وارد ہوئی ہیں۔ (ایضاً)

یعنی اس وقت مودودی صاحب کے نزدیک نہ صرف مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک وغیرہ کی بکثرت روایات ہی صحیح اور قوی تھیں بلکہ ظہور مہدی کے متعلق ایک ایسی روایت جس کی سند کے متعلق انھیں شبہ تھا، بھی اس لئے قابل قبول تھی کہ وہ روایت دوسری روایات کے ساتھ مطابقت رکھتی تھی۔

اور آج ہی مودودی صاحب ہیں جو فرماتے ہیں کہ ان کتابوں میں ظہور مہدی کے متعلق جو روایات ہیں وہ نہ صرف سند کے اعتبار سے ہی کمزور ہیں بلکہ ان میں کمزوری کے متعدد پہلو اور بھی ہیں۔

یہ ہے ایک ایسے مشہور عقیدہ کے متعلق ایک ایسے شخص کا تضاد جسے اس کی جماعت صاحبین کا امام مانتی ہے اور جس کے متعلق مشہور یہ کیا جاتا ہے کہ وہ آج عالم اسلام میں سب سے بڑا عالم ہے۔

یہ خود مہدی بن رہے تھے | آپ شاید حیران ہوں کہ آمد مہدی کے متعلق اس وقت ایسے صاف اقرار اور اب اس قدر کھلے ہوئے انکار کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجہ بانی تامل سمجھ میں آجاتی ہے انھوں نے مسئلہ میں عقیدہ ظہور مہدی کو پیش کرنے کے بعد یہ کہا تھا کہ امام مہدی اس انداز کے نہیں ہوں گے جس انداز کے عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں بلکہ

میرا اندازہ یہ ہے کہ آئندہ اپنے زمانہ میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈ ہوگا، وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگی زندگی کے سارے مسائل ہمہ کو وہ خوب سمجھتا ہوگا۔ وہ خالص اسلام کی بنیادوں پر ایک نیا مذہب فکر (SCHOOL

OF THOUGHT) پیدا کرے گا۔ ذہنیوں کو بدلے گا ایک زبردست تحریک اٹھائے گا جو بیک وقت تہذیبی بھی ہوگا اور سیاسی بھی۔

جاہلیت اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس کو کچلنے کی کوشش کریگی مگر بالآخر وہ جاہلی اقتدار کو الٹ کر پھینک دیگا اور ایک ایسا زبردست

اسلامی اسٹیٹ قائم کریگا جس میں ایک طرف اسلام کی پوری روح کارفرما ہوگی اور دوسری طرف سائنس و فنکار ترقی اور کمال پر

پہنچ جائے گی۔ (ایضاً ص ۳۴-۳۵)

آپ دیکھیں گے کہ اس میں صرف اس قدر لکھا باقی رہ گیا ہے کہ اس کا نام ابوالاعلیٰ مودودی ہوگا اور وہ آل رسول سے (سید) ہوگا۔ مسئلہ

کی بات تھی جب مودودی صاحب نے جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی ہے اور اپنے ہاتھ پر لوگوں سے تجدید ایمان کی بیعت لی ہے۔ اس وقت

مہدی کا دعویٰ کرنے والے کے متعلق مسلمانوں کا طرز عمل فقط یہ تھا کہ یہ اس کے خلاف مناظرے کیا کرتے تھے۔ یہ طرز عمل بہت

معصوم سا تھا لیکن پچھلے سال پنجاب میں مرزا نیوں کے خلاف جو کچھ ہوا اس سے انھوں نے محسوس کیا کہ اب ہمدی بننا ایسا بے خطر نہیں ہے۔ ہذا انھوں نے ہمدی کے عقیدہ سے بھی انکار کر دیا اور ان روایات کو بھی ٹھکرا دیا جنہیں وہ اس وقت اس یقین سے پیش کر رہے تھے، یا سنے کہ اگر کل کو کسی نے کہہ دیا کہ انکی نیت خود ہمدی بننے کی تھی تو کہہ دیا جائے کہ صاحب میں تو ہمدی کے آنے کا قائل ہی نہیں۔ غور کیجئے کہ ان لوگوں کی مذہبی بازی گری کیا کیا کرتب دکھاتی ہے۔

اجماع امت لیکن ایک چیز اور بھی غور طلب ہے۔ مودودی صاحب اپنے اسی بیان میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

پہلی صدی ہجری سے آج تک امت کے تمام علماء اور فقہاء اور مفسرین و محدثین کا بھی اس بات پر اجماع ہے کہ مسیح مکی نبوت ثانی کی خبر صحیح ہے۔ اس سلسلہ میں اکابر علماء کے اقوال ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ صرف مختصر لہ اور بعض ایسے ہی دوسرے فرقوں کے چند لوگوں نے اس کو ختم نبوت کے سانی سمجھ کر رد کیا ہے۔

یعنی مودودی صاحب عقیدہ نزول مسیح کی سند یہ بھی مانتے ہیں کہ اس عقیدہ پر پہلی صدی سے آج تک امت کا اتفاق رہا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کیا عقیدہ ہمدی کے متعلق بھی پہلی صدی سے آج تک امت کا اسی قسم کا اتفاق نہیں چلا آ رہا ہے۔ اگر نزول مسیح کے متعلق امت کا اتفاق سند ہو سکتا ہے تو ظہور ہمدی کے متعلق اسی قسم کا اتفاق سنکیوں نہیں بن سکتا۔ شاید یہ کہہ دیا جائے کہ مودودی صاحب نزول مسیح کے متعلق اجماع امت کو بطور سند پیش نہیں کرتے بلکہ بطور تائید پیش کرتے ہیں۔ سندان کے نزدیک روایات ہی ہیں۔ لیکن یہ غلط ہے۔ مودودی صاحب کے نزدیک صرف اتفاق امت بھی سند ہوتا ہے چنانچہ وہ یتیم پوتے کی وراثت کے متعلق لکھتے ہیں کہ

اگرچہ ابھی تک مجھے قرآن و حدیث میں کوئی ایسا صحیح حکم نہیں ملا جسے فقہاء کے اس متفقہ فیصلہ کی بنا پر قرار دیا جائے لیکن بجائے خود یہ بات کہ فقہائے امت سلف و خلف تک اس پر متفق ہیں اسکو اتنا قوی کر دیتی ہے کہ اس کے خلاف کوئی رائے دینا مشکل ہے (ترجمان القرآن پارچہ ۲۷)

ہذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عقیدہ ہمدی کے متعلق روایات کمزور ہی سہی لیکن جب اس پر امت کا اتفاق چلا آ رہا ہے تو پھر مودودی صاحب اس عقیدہ سے کیسے انکار کر سکتے ہیں۔

لیکن یہ وہ مصالح ہیں جنہیں ایک مزاج شناس رسولؐ ہی سمجھ سکتا ہے اس کی کلی اختیارات حاصل ہوتے ہیں کہ جب مصلحت سمجھے تو ایک چیز کو جزو دین بنادے اور جب آفاصلے مصلحت اس کے خلاف ہو تو اس سے صاف انکار کر دے۔ جسے اس قسم کی جماعت مل جائے جو ان تمام باتوں کے باوجود اسے اپنا امیر مانتی رہے وہ دین سے اس قسم کے کھیل کیوں نہ کھیلے۔

علمائے سوال اس ضمن میں ہم تمام غیر احمدی علماء سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ

(۱) اگر عقیدہ ہمدی کی تائید میں روایات اس قدر کمزور ہیں تو وہ گزشتہ پچاس برس سے مرزا نیوں سے کس بات پر جھگڑ رہے ہیں، ان سے صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہمدی کے آنے کا عقیدہ ہی غیر اسلامی ہے۔ اور

۲) اگر اس عقیدہ کا ماننا ضروری ہے تو مودودی صاحب کے متعلق ان کا کیا فیصلہ ہے جو اس عقیدہ سے انکار کر رہے ہیں۔
حالانکہ اس سے پہلے وہ اس عقیدہ کے خود قائل تھے۔

واضح رہے کہ جمعیتہ علمائے اسلام کے صدر مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی اس سے پہلے فتویٰ دے چکے ہیں کہ مودودی صاحب منکر حدیث ہیں لیکن ان کی جماعت اسے صاف پی گئی ہے۔

ایک اور انکار | مودودی صاحب نے اپنے اس بیان میں جس کا ذکر اوپر آیا ہے اس سوال کے جواب میں کہ ایک اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کی اجازت ہوگی یا نہیں کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

اس بات کا جانتک ہمیں علم ہے نفیاً یا اثباتاً کوئی احکام نہیں دیئے گئے ہیں نہ اس کی صاف صاف اجازت ہی کا کوئی حکم ہے نہ اس کی صریح ممانعت پائی جاتی ہے۔ لہذا ہمارے نزدیک ایک اسلامی ریاست کے اہل حل و عقد اسلام کی عمومی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے متعلق خود ہی مناسب حدود و مخیز کر سکتے ہیں۔ (نوٹ: وقت)

یعنی مودودی صاحب نے یہ کہہ دیا کہ اس بارہ میں خدا یا اس کے رسول یا فقہائے امت میں سے کسی کی طرف سے اس کے حق میں یا اس کے خلاف کوئی حکم نہیں ملتا۔ لہذا اس معاملہ میں اسلامی مملکت کو خود ہی کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔ لیکن اس سے پیشتر مودودی صاحب نے اپنی کتاب ”مرتد کی سزا“ میں ایک پورا باب اس عنوان سے باندھا ہے کہ اسلامی مملکت میں تبلیغ کفر کی اجازت ہوگی یا نہیں۔ انھوں نے اس باب میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ مسلمانوں کو قطعاً اجازت نہیں کہ

وہ خدا کے دین کے مقابل کسی دوسرے دین کی دعوت کو بھیلے کا موقعہ دیں ایسے کہ ایسا موقعہ دینے کے معنی لازماً یہ ہیں کہ دین پورے کا پورا اللہ کیلئے نہ ہونے پائے اور کسی غلط نظام زندگی کا فتنہ گر باقی برتو وہ اور زیادہ بڑھ جائے۔ آخر وہ خدا کے سامنے گواہی کس چیز کی دیئے۔ کیا اس چیز کی کجیاں تو نے حکمرانی کی حفاظت بخشتی تھی وہاں ہم تیرے دین کے مقابلہ میں ایک فتنہ کو سراٹھانے کا موقعہ دے آئے ہیں۔ (مرتد کی سزا صفحہ ۱۱)

انھوں نے اپنے اس فیصلہ کی تائید میں پہلے قرآن کی آیتیں پیش کی ہیں اسکے بعد دوسری نبوت و خلافت راشدہ کا طرز عمل پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں حکومت کی مستقل پالیسی یہی تھی جو اوپر بیان ہوئی ہے (ایضاً صفحہ ۱۲) اسکے بعد انھوں نے فقہاء کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اس میں بھی کوئی اشارہ تک نہیں ملتا کہ اسلامی حکومت کسی ایسے شخص کو آکر اپنے حدود میں کام کرنے کی اجازت دے سکتی ہے جو کسی دوسرے مذہب و مسلک کا پرچار کرنا چاہتا ہو۔ (ایضاً صفحہ ۱۳)

آپ نے دیکھ لیا کہ جس مسئلہ کے متعلق ابھی کل تک یہ کہا جا رہا تھا کہ اس میں خدا، اس کے رسول، خلفائے راشدین اور فقہائے امت کا یہ حتیٰ اور یقینی فیصلہ ہے۔ آج اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی بابت نفیاً یا اثباتاً کوئی حکم موجود نہیں۔

ہمیں حیرت مودودی صاحب پر نہیں حیرت ان لوگوں پر ہے جو اسکے باوجود ایسے شخص کو اپنا امیر مانتے چلے جاتے ہیں۔